

مفہوم یہ ہے کہ میں بھی ایک زمانے میں شادمانی کے اسباب سے اسی طرح فائدہ اٹھاتا اور لذت اندوز ہوتا تھا، جس طرح عام لوگوں کا شیوہ ہے، مگر اب یاس و افسردگی نے یہ حالت پیدا کر دی ہے کہ پھول کی خوشبو سے بھی جو نہایت لطیف و فرحت بخش ہوتی ہے، میں بیزار ہوں اور اس درجہ بیزار ہوں، گویا اس سے ناک میں دم آتا ہے۔

دلکش مناظر سے رغبت و محبت کے بجائے انتہائی نفرت و بیزاری یہ بتاتی ہے کہ حالات میں کس درجہ عبرت انگیز انقلاب آگیا۔



سر اپارہن عشق و ناگزیر الفتِ مستی  
الغات۔ رہن : گرد  
عبادت برق کی کرتا ہوں و افسوس حاصل کا  
ناگزیر : مجبور۔ ناچار۔  
بقدرِ ظرف ہے، ساقی، خمارِ تشنہ کامی بھی  
جس سے گریز ممکن نہ ہو۔  
نشر :۔ میں سر سے  
پاؤں تک عشق کے پاس گرد ہوں  
یعنی عشق میں مبتلا ہوں۔ ساتھ ہی زندگی کی الفت سے بھی دامن بچنا میرے لیے ممکن  
نہیں، یعنی جان کو بھی عزیز رکھتا ہوں۔ گویا میری حالت اس شخص کی سی ہے، جو  
بجلی کو معبود بنائے بیٹھے ہو، رات دن اس کی بندگی کرتا ہو، یہ ایسے ہمہ اسے یہ  
افسوس ہو کہ حاصل برباد ہو گیا، سرمایہ جل بجھا، حالانکہ بجلی کا خاصہ یہی ہے کہ  
حاصل کو جلا ڈالے۔

مرزا یہ حقیقت واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جب انسان عشق کی تذر ہو جائے تو  
زندگی سے کوئی دلچسپی باقی نہ رہنی چاہیے۔ اگر عشق کے ساتھ جان سلامت رکھنا  
منتظر ہو تو یہ خواہش سراسر غیر طبعی ہوگی، کیونکہ بجلی کو پوچھ کر اپنے آپ کو بجائے  
رکھنے کی آرزو بالکل عبث ہے۔ عشق کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے لیے زندگی کی ہر